QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

خود احتسابی واصلاحِ نفس کا نبوی منہج: قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

" The Prophetic Methodology of Self-Accountability and Self-Reformation: An Analytical Study in the Light of the Qur'an and Sunnah "

Usman Hassan
M.Phil scholar, Department of Islamic studies Superior University, Lahore
uh737670@gmail.com
Dr Hafiz M Mudassar Shafique *(Corresponding Author)*
Assistant professor, Chaudhry Abdul Khaliq Center for Contemporary Islamic Sciences, (CAKCCIS) Superior university, Lahore
mudassar.shafique@superior.edu.pk
mudassaraarbi@gmail.com
Muhammad Shoaib Riaz
M.Phil scholar, Department of Islamic studies Lahore Leads University, Lahore
Shoaibriaz2101@gmail.com

Abstract:
Self-accountability and self-reformation constitute fundamental principles of Islamic moral and spiritual development. The Qur'an and Sunnah provide a comprehensive framework for nurturing human character through continuous self-evaluation, repentance, sincerity, and moral discipline. This study explores the Prophetic methodology of self-accountability and self-reformation in the light of the Qur'an and the Sunnah, employing an analytical approach to examine their theoretical foundations and practical applications. It highlights the significance of self-assessment before, during, and after actions, emphasizing the role of intention (niyyah), repentance (tawbah), remembrance of Allah (dhikr), patience (ṣabr), gratitude (shukr), and consciousness of Allah (taqwā) in the process of spiritual purification and ethical refinement. The study further examines how the Prophet Muhammad ﷺ cultivated these qualities among his Companions, thereby establishing a balanced model of personal and social reform. It also discusses the contemporary relevance of the Prophetic methodology in addressing moral decline, spiritual negligence, and psychological challenges faced by individuals in modern society. The findings suggest that the Prophetic model of self-accountability offers a practical and sustainable framework for character building, moral excellence, and holistic personality development. The study concludes that adherence to the Qur'anic and Prophetic guidance can significantly contribute to individual transformation and the establishment of a morally responsible and spiritually conscious society.
Keywords: *Self-Accountability, Self-Reformation, Prophetic Methodology, Qur'an, Sunnah, Tazkiyah al-Nafs, Moral Development, Spiritual Purification, Character Building, Repentance (Tawbah), Taqwa, Niyyah, Ethical Reform, Islamic Ethics, Prophetic Seerah.*

اسلام ایک ایسا جامع ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی ظاہری اصلاح کے ساتھ اس کے باطن کی پاکیزگی اور اخلاقی تربیت کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے قرآنِ مجید نے تزکیۂ نفس، تقویٰ، توبہ، اخلاص اور محاسبۂ نفس جیسے اصولوں کو کامیابی کی بنیاد قرار دیا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ان اصولوں کی بہترین عملی تفسیر اور کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔ خود احتسابی در حقیقت انسان کے اپنے اعمال، نیتوں، افکار اور کردار کا مسلسل جائزہ لینے کا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نام ہے، جس کے ذریعے وہ اپنی کوتاہیوں کی اصلاح، روحانی ارتقا اور اخلاقی استحکام کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ یہی عمل اصلاحِ نفس کی بنیاد ہے، جو انسان کو گناہوں سے اجتناب، اعلیٰ اخلاق کے حصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔

عصرِ حاضر میں مادہ پرستی، اخلاقی زوال، روحانی بے حسی، نفسانی خواہشات کی پیروی اور جدید ذرائع ابلاغ کے منفی اثرات نے انسان کو اپنی ذات کے محاسبے سے دور کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں فرد، خاندان اور معاشرہ متعدد اخلاقی و سماجی مسائل سے دوچار ہے۔ ایسے حالات میں قرآن و سنت کی روشنی میں نبوی منہجِ خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کا از سرِ نو مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے، تاکہ فرد اپنی شخصیت کی تعمیر، اخلاقی تزکیہ اور روحانی بالیدگی کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی مقصد کے پیشِ نظر خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کے قرآنی و نبوی تصورات، ان کے بنیادی اصول، عملی جہات اور عصرِ حاضر میں ان کی افادیت کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے، تاکہ نبوی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسا عملی لائحۂ عمل واضح کیا جا سکے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح میں مؤثر کردار ادا کر سکے۔[1]

خود احتسابی کا لغوی معنیٰ:

"خود احتسابی" دو الفاظ "خود" اور "احتساب" کا مرکب ہے۔ عربی زبان میں اس کے لیے "محاسبۃ النفس" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ "احتساب" کا مادہ (ح، س، ب) ہے، جس کے معنی شمار کرنا، حساب لینا، کسی چیز کا اندازہ لگانا اور اعمال کا جائزہ لینا ہیں۔

امام ابن منظور "حسب" کے مادہ کے تحت لکھتے ہیں:

"الحِسَابُ: العَدُّ، وحاسَبَهُ مُحاسَبَةً وحِسابًا أي جازاه على عمله"[2]

ترجمہ: حساب سے مراد شمار کرنا ہے، اور "حاسبہ" کا معنی ہے کسی کے اعمال کا حساب لینا یا اس کے عمل کا بدلہ دینا۔

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"الحساب استعمال العدد في معرفة مقدار الأشياء"[3]

ترجمہ: حساب سے مراد اعداد کے ذریعے اشیاء کی مقدار اور حقیقت معلوم کرنا ہے۔"

بعد ازاں وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں حساب کا اطلاق اعمال کے محاسبے اور بندوں کے مؤاخذے پر بھی ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"المحاسبة: مراجعة الإنسان أعماله ومحاسبة نفسه عليها"[4]

ترجمہ: محاسبہ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا جائزہ لے اور اپنے نفس سے ان کا حساب طلب کرے۔

خود احتسابی کی اصطلاحی تعریف:

اسلامی اصطلاح میں خود احتسابی (محاسبۂ نفس) سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال، اقوال، نیتوں، اخلاق اور معاملات کا مسلسل جائزہ لے، انہیں قرآن و سنت کے معیار پر پرکھے، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

---

[1] ۔ منہاجین، محمد یوسف، ڈیجیٹل دور میں بچوں کی تربیت چیلنجز اور حل، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص6

[2] ۔ ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی الفریقی المصری، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ج1، ص 311

[3] ۔ الاصفہانی، الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، دمشق: دار القلم، دمشق، ص 233

[4] ۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت: دار صادر، ج4، ص380

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثم بعد الفراغ من العمل ينبغي أن يحاسب نفسه، كما يتجر الشريك مع شريكه"[5]

"پھر عمل سے فارغ ہونے کے بعد انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، جس طرح ایک شریک اپنے دوسرے شریک سے حساب لیتا ہے۔"

امام غزالی کے نزدیک محاسبۂ نفس سالک کی روحانی ترقی کا بنیادی ذریعہ ہے اور اسی سے انسان اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"محاسبةُ النفسِ نوعان: محاسبةٌ قبلَ العمل، ومحاسبةٌ بعدَ العمل"[6]

"محاسبۂ نفس کی دو قسمیں ہیں: ایک عمل سے پہلے محاسبہ، اور دوسرا عمل کے بعد محاسبہ"

مزید لکھتے ہیں کہ خود احتسابی بندے کو گناہوں سے بچاتی، اخلاص پیدا کرتی اور توبہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے جامع العلوم والحکم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مشہور قول کی شرح کرتے ہوئے محاسبۂ نفس کی اہمیت بیان کی ہے:

"حاسبوا أنفسكم قبل أن تُحاسَبوا، وزنوها قبل أن توزنوا"[7]

ترجمہ": اپنا محاسبہ خود کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اور اپنے اعمال کو خود تولو، اس سے پہلے کہ وہ تولے جائیں۔"

امام ابن رجب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مومن دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے، اپنی کوتاہیوں پر نادم ہوتا ہے اور آخرت کے حساب سے پہلے اپنی اصلاح کرتا ہے۔ امام حارث محاسبی رحمہ اللہ نے محاسبۂ نفس کے بارے میں یہ اصول بیان کیا ہے:

"ينبغي للعاقل أن يكون على نفسه رقيبًا، ولها محاسبًا، وعن هواها زاجرًا"[8]

ترجمہ: عاقل انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر نگہبان رہے، اس کا محاسبہ کرتا رہے اور اسے خواہشاتِ نفس سے روکتا رہے۔

مندرجہ بالا لغوی و اصطلاحی تعریفات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ

خود احتسابی (محاسبۂ نفس) ایک ایسا مسلسل شعوری اور روحانی عمل ہے جس میں انسان اپنے عقائد، نیتوں، اقوال، اعمال، اخلاق اور معاملات کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیتا ہے، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے، ان پر توبہ و استغفار کرتا ہے اور اپنی اصلاح کے لیے عملی اقدامات اختیار کرتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا، تقویٰ، تزکیۂ نفس اور کامیابی آخرت حاصل ہو سکے۔

5۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاخلاق و معالجۃ امراض القلب، ج4، ص 381

6۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر الجوزیۃ، مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین، بیروت: دار الکتاب العربی، ج2، ص65

7۔ الحنبلی، عبد الرحمن بن احمد ابن رجب، جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ج2، ص390

8۔ المحاسبی، الحارث بن اسد، الرعایۃ لحقوق اللہ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ص194

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

قرآنِ وسنت میں خود احتسابی کا تصور:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں نفس کے محاسبہ کا حکم دیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے :

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ"[9]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اپنے گزشتہ اعمال کا محاسبہ کرے اسی لئے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ ہو، تم خود اپنا محاسبہ کرو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال تول لو۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا: مجھے نصیحت کیجئے! آپ نے فرمایا: کیا تم نصیحت کی طلب میں آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کا انجام سوچ لو، اگر اس کا انجام اچھا ہو تو کر لو اور اگر اس کا برا انجام ہو تو اس سے رک جاؤ۔[10] حدیث شریف میں ہے: عقلمند کے لئے مناسب ہے کہ وہ چار گھڑیوں میں ایک گھڑی اپنے نفس کے محاسبہ میں خرچ کرے۔[11]

فرمانِ الٰہی ہے:

" وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[12]

ترجمہ: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو کام کرتے ہو اور جو چھوڑتے ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے اور تمہیں مزید تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں سرگرم رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے (لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے، وہ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا اور اس کی سزا دے گا)۔[13]

مُراقبہ کی اصل:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک گھڑی غور و فکر کرنا بہت سے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال کے بارے میں سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مراقبہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "(آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر غور و فکر کرنا 60 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[14]

9۔ الحشر 18:59

10۔ المبارک، امام الزھد عبد اللہ بن، باب التخصیص علی طاعۃ اللہ عزوجل، دہلی، مکتبہ امام اعظم، ص14، الرقم الحدیث 41

11۔ بیہقی، امام احمد بن حسین، شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الإیمان، باب فی تعدید نعم اللہ، فصل فی فضل العقل الذی۔۔۔الخ، مکتبہ نعیمیہ، ج4، ص164، الرقم الحدیث 4677

12۔ النور 31:24

13۔ بروسی، شیخ اسماعیل حقی، روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: 18، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ج9، ص447

14۔ ہندی، علامہ علاء الدین علی متقی، کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج2، ص48، الرقم الحدیث 5707

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اُخروی معاملات کے بارے میں مراقبہ اور غور وفکر کرتا رہے۔ مراقبہ کا معنی اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :مراقبہ کا معنی ہے نگہبانی کرنا، جس طرح اپنا مال شریک کے حوالے کرکے شرط رکھی جاتی ہے اور عہد وپیمان کے بعد بھی بے خبر ہو کر نہیں بیٹھ رہتے اسی طرح ہر وقت نفس کی خبر گیری کرتے رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر تم اس سے غافل ہوگئے تو وہ کاہلی اور خواہشات کو پورا کرنے کے سبب پھر سے سرکش ہو جائے گا۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات پر کامل یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر فعل اور ہر خیال سے واقف ہے اور اس سے کسی بات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں ہے،لوگ اگر صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر وباطن دونوں کو دیکھتا ہے۔ جس نے یہ بات سمجھ لی اور یہ آگہی اس کے دل پر غالب آگئی تو اس کا ظاہر وباطن زیورِ ادب سے آراستہ ہو جائے گا۔ انسان اگر اس بات پر یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر وباطن سے واقف نہیں ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس پر ایمان لایا، پھر اس کی مخالفت کی تو وہ بڑا دلیر اور بے شرم ہے۔[15]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک باغ میں گیا تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی، ہم دونوں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور وہ کہہ رہے تھے: عمر خطاب کا بیٹا اور امیر المومنین کا منصب! واہ کیا خوب! اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب دے گا۔[16] حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: جنت اور دوزخ کے تذکرے پر آپ اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر روتے ہیں، (اس کی حکمت کیا ہے؟) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر قبر والے نے اس سے نجات پالی تو بعد (یعنی قیامت) کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے اور رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" میں نے قبر سے زیادہ ہولناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔[17]

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا کہ رات کی تاریکی میں آپ اپنے محراب میں لرزاں وترساں اپنی داڑھی مبارک تھامے ہوئے ایسے بے چین بیٹھے ہوتے کہ گویا زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ آپ غم کے ماروں کی طرح روتے اور بے اختیار ہو کر "اے میرے رب! اے میرے رب!" پکارتے، پھر دنیا سے مخاطب ہو کر فرماتے، "تو مجھے دھوکے میں ڈالنے کے لئے آئی ہے؟ میرے لئے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہو جا! کسی اور کو دھوکا دینا، میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، تیری عمر کم ہے اور تیری محفل حقیر جبکہ تیرے مصائب جھیلنا آسان ہیں ، آہ صد آہ! زادِراہ کی کمی ہے اور سفر طویل ہے جبکہ راستہ وحشت سے بھرپور ہے۔[18]

اور توبہ ایسا فعل ہے جو کام کر چکنے کے بعد شرمندگی اور پشیمانی سے متصف ہوتا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔[19]

---

[15]۔ غزالی، امام ابو حامد، کیمیاء سعادت، رکن چہارم، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج2، ص885

[16]۔ سیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، فصل فی نبذ من سیرتہ، لاہور: نفیس اکیڈمی، ص102

[17]۔ ترمذی، امام محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب پنجم، بیروت: دار الفکر، ج4، ص138، الرقم الحدیث 2315

[18]۔ اصفہانی، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المہاجرین، علی بن ابی طالب، بیروت: المکتبۃ العصریہ، ج1، ص126، الرقم الحدیث 261

[19]۔ قزوینی، امام محمد بن یزید، ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستغفار، ج4، ص256، الرقم الحدیث 3815

فرمانِ الٰہی ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ"[20]

بے شک وہ لوگ جو پرہیز گار ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پس اچانک وہ دیکھنے والے ہوتے ہیں۔

آیت میں مذکور لفظ "طٰٓىِٕف" کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو ورغلانے کیلئے انسان کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں۔[21] اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیز گار ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں گناہ کرنے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑنے کا کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرتے ہیں اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد کرتے ہیں اور اسی وقت گناہ کرنے سے رک جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سے رکنے کا حکم دیا اور گناہ کرنے سے منع کیا ہے۔[22]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانۂ مبارک میں ایک نوجوان بہت متقی و پرہیز گار و عبادت گزار تھا، حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کی عبادت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ نوجوان نمازِ عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک خوبرو عورت اسے اپنی طرف بلاتی اور چھیڑتی تھی، لیکن یہ نوجوان اس پر توجہ دیئے بغیر نگاہیں جھکائے گزر جایا کرتا تھا۔ آخر کار ایک دن وہ نوجوان شیطان کے ورغلانے اور اس عورت کی دعوت پر برائی کے ارادے سے اس کی جانب بڑھا، لیکن جب دروازے پر پہنچا تو اسے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمانِ عالیشان یاد آگیا:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ"[23]

بے شک وہ لوگ جو پرہیز گار ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پس اچانک وہ دیکھنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیتِ پاک کے یاد آتے ہی اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب یہ بہت دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور لوگوں کی مدد سے اسے اٹھوا کر گھر لے آیا۔ ہوش آنے پر باپ نے تمام واقعہ دریافت کیا، نوجوان نے پورا واقعہ بیان کر کے جب اس آیتِ پاک کا ذکر کیا، تو ایک مرتبہ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید خوف غالب ہوا، اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ راتوں رات ہی اس کے غسل و کفن و دفن کا انتظام کر دیا گیا۔ صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اُس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ "آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ (تاکہ ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے)۔ اس نے عرض کی "امیر المومنین! اس کا انتقال رات میں ہوا تھا (اور آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے بتانا مناسب معلوم نہ ہوا)۔ آپ نے فرمایا کہ "مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔" وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ"[24]

ترجمہ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

20۔ الاعراف 201:7

21۔ اصفہانی، امام راغب، مفردات، کتاب الطاء، لاہور: المکریۃ القاسمیہ، ص 531

22۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، تفسیر قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: 202، بیروت: دار الفکر، ج4، ص 250

23۔ الاعراف 201:7

24۔ الرحمٰن 46:55

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

تو قبر میں سے اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یا امیرَ المومنین! بیشک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔[25]

اقوالِ صحابہ اور سلف صالحین میں محاسبۂ نفس:

حضرت ابو بکر کَتّانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص بُرائیوں اور خطاؤں پر اپنے نفس کا مُحاسَبَہ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنی گزری ہوئی عمر کا حساب لگایا تو 60 سال بنے، پھر دنوں کا حساب کیا تو تقریباً 21 ہزار 500 دن بنے تو اُس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا، جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: افسوس! اگر روزانہ ایک گناہ بھی کیا ہو تو اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں 21500 گناہ لے کر حاضر ہوں گا تو اُن گناہوں کا کیا حال ہو گا جن کا شمار ہی نہیں؟ افسوس! میں نے اپنی دنیا آباد اور آخرت برباد کی اور اپنے ربِّ کریم کی نافرمانی کرتا رہا، میں بروزِ قیامت بغیر ثواب و عمل کے حساب و کتاب کیسے دوں گا؟ پھر اُس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گر گیا، جب اُس کو حرکت دی گئی تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔[26]

خود احتسابی کی اقسام:

خود احتسابی (اپنے اعمال، خیالات اور کارکردگی کا جائزہ لینا) کی بنیادی طور پر تین اہم اقسام ہیں:

- محاسبۂ قبل العمل (کام سے پہلے)،
- محاسبۂ بوقت العمل (کام کے دوران)،
- محاسبۂ بعد العمل (کام کے بعد)۔

نفس کا لغوی و اصطلاحی تعریف:

اصلاحِ نفس کے لغوی معنی نفس کو درست کرنا اور سنوارنا ہیں، جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد انسان کا اپنے باطن، خواہشات اور اخلاق کو بری عادتوں اور گناہوں سے پاک کر کے خدا کی فرمانبرداری اور اعتدال پر لانا ہے۔

اصلاح: کسی چیز کے فساد، بگاڑ یا خرابی کو دور کر کے اسے درست، کارآمد اور اعتدال پر لانا۔

نفس: انسان کی ذات، باطن، روح، خون، یا وہ اندرونی قوت جس میں نیکی اور بدی دونوں کا رجحان پایا جاتا ہے۔

مجموعی معنی: اپنے اندرونی وجود اور چھپی ہوئی خواہشات کی خرابیوں کو ختم کر کے انہیں راہِ راست پر لانا۔[27]

اصطلاحی تعریف:

انسان کا اپنے نفس کو غصے، حرص، تکبر، جھوٹ اور شہوات جیسی باطنی بیماریوں سے پاک کرنا یا اپنے اعمال کا خود جائزہ لینا اور برائیوں سے بچنے کے لیے نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرنا۔ نفسِ امارہ (برائی پر ابھارنے والی طاقت) کو قابو میں کر کے اسے نفسِ مطمئنہ (اطمینان والی روح) میں بدلنا تاکہ بندگی کا حق ادا ہو سکے۔[28]

اصلاحِ نفس کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

نفس کی اصلاح Self-Reformation قرآن مجید کی ایک بنیادی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض جسمانی وجود کے لیے پیدا

---

[25] ابن عساکر، امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عبد اللہ، تاریخ ابن عساکر، ذکر من اسمہ عمرو، عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد۔۔۔ الخ، مکتبہ رشیدیہ، ج45، ص450

[26] حریفیش، شیخ شعیب، حکایتیں اور نصیحتیں، کراچی: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، ص52

[27] ابن فارس، عبد السلام محمد ہارون، معجم مقاییس اللغۃ، بیروت: دار الفکر، ج3، ص303

[28] غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاخلاق، ج3، ص58

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نہیں کیا بلکہ اس کا اصل مقصد ایمان کی درستگی، اللہ کی بندگی اور تزکیہ نفس ہے۔ اس لیے قرآن پاک انسان کو بار بار یاد دلاتا ہے کہ اپنی روح اور کردار کو گناہوں کی آلودگی سے پاک کرے۔

نفس کی اصلاح کیوں ضروری ہے؟

قرآن مجید میں انسان کی کامیابی کو نفس کی پاکیزگی کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے۔ مفتی شفیع عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "تزکیہ" کا مطلب ہے انسان کے ظاہر اور باطن کو پاک کرنا۔ کامیاب وہی ہے جو اللہ کی اطاعت کے ذریعے اپنے نفس کو گناہوں اور برائیوں سے محفوظ رکھے، اور ناکام وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کی غلامی میں ڈال دے۔[29]

نفس کی اصلاح کے لیے ضروری امور:

قرآن واضح کرتا ہے کہ اصلاح نفس کے لیے دو بنیادی چیزیں ضروری ہیں:

- گناہوں سے بچنا
- توبہ کی عادت اپنانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَتُوْبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[30]

ترجمہ: "اور اے ایمان والو! سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ کامیابی صرف اس کے نصیب میں ہے جو اللہ کے حضور جھک جائے، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اور ہر وقت توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے نفس کو پاکیزہ رکھے۔ اس طرح قرآن کریم کے مطابق تزکیہ نفس ہی حقیقی فلاح کی کنجی ہے۔ جو انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے، اور جو خواہشات کا غلام بن جاتا ہے وہ خسارے میں رہتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں خود احتسابی کے بنیادی اصول:

- اخلاص
- تقویٰ
- توبہ و استغفار
- مراقبۂ الٰہی
- خوف و رجاء
- نیت کی اصلاح

اخلاص:

"کسی بھی نیک عمل میں محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کا اِرادہ کرنا اِخلاص کہلاتا ہے۔[31]

---

[29]۔ عثمانی، محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: مکتبہ دار العلوم، سورۃ الشمس: 9-10، ج8، ص789

[30]۔ النور 24:31

[31]۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، الباب الثانی فی الاخلاص ۔۔۔ الخ، بیان حقیقۃ الاخلاص، ج5، ص107

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ "[32]

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

اِس آیت مبارکہ میں اِخلاص کے ساتھ شرک ونفاق سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے اور تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے متبع (پیروکار) ہو کر نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔[33]

اِخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''اِخلاص کے ساتھ عمل کرو کہ اِخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی تمہیں کافی ہے۔[34]

اِخلاص کا حکم:

کسی عمل میں فقط اِخلاص ہونے یا اس کے ساتھ کسی اور غرض کی آمیزش ہونے کے اعتبار سے اَعمال کی تین صورتیں ہیں:

1. جس عمل سے مقصود صرف ریاکاری ہو اس کا قطعی طور پر گناہ ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا سبب ہے۔
2. جو عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گا تو وہ رضائے الٰہی اور اجر و ثواب کا سبب ہے۔
3. جو عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو بلکہ اس میں ریاکاری اور نفسانی اَغراض کی آمیزش ہو تو قوت کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں: اگر رِضائے اِلٰہی اور دوسری غرض دونوں قوت میں برابر ہوں تو دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہو کر ساقط ہو جائیں گی اور اس عمل کا نہ تو ثواب ہو گا نہ ہی عذاب اور اگر ریا کی قوت زیادہ ہو تو یہ عمل کچھ نفع نہ دے گا بلکہ الٹا نقصان اور عذاب کو لازم کرے گا، البتہ اس میں رِضائے اِلٰہی کا جتنا عنصر ہو گا اتنا عذاب میں کمی ہو جائے گی اور اِس عمل کا عذاب اُس عمل کے عذاب سے ہلکا ہو گا جو خالص ریاکاری کے ساتھ ہو اور جس میں رِضائے اِلٰہی بالکل نہ ہو اور اگر رِضائے اِلٰہی کا عنصر غالب ہو تو یہ جس قدر قوی ہو گا اُسی قدر ثواب زیادہ ہو گا اور جتنا ریا ہو گا اتنا ثواب کم ہو جائے گا۔[35]

تقویٰ:

آخرت میں نقصان دینے والے کام سے بچنا ''تقویٰ و پرہیز گاری'' ہے اور بچنے والے کو مُتَّقی و پرہیز گار کہتے ہیں۔[36]

حضرت سفیان ثوری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: لوگوں کو متقین کا نام اِس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اُن ساری چیزوں سے بچتے ہیں جن سے بچا نہیں جاتا۔[37]

تقویٰ کی اقسام:

(1) کُفر سے بچنا۔ اللہ کے کرم سے یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

(2) بدمذہبی سے بچنا۔ یہ ہر سُنّی کو نصیب ہے۔

(3) ہر کبیرہ سے بچنا۔

32۔ البینۃ 5:98

33۔ مراد آبادی، محمد نعیم الدین، خزائن العرفان، کراچی: مکتبۃ المدینہ، البینہ، تحت الآیۃ 5

34۔ ترمذی، امام ابو عبد اللہ محمد بن علی نوادر الاصول، الاصل السادس، دار النوادر، ج 1، ص 44، الرقم الحدیث 45

35۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، ج 5، ص 279

36۔ بیضاوی، شیخ ناصر الدین عبد اللہ، تفسیر بیضاوی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج 1، ص 99

37۔ الدمشقی، امام زین الدین ابی الفرج عبد الرحمن، جامع العلوم والحکم، مؤسسۃ الرسالۃ، ص 201

(4)صغائر(چھوٹے گناہوں) سے بھی بچنا۔

(5)شبہات سے بچنا۔

(6)شہوات سے بچنا۔

(7)غیر کی طرف التفات (توجہ کرنے)سے بچنا یہ اللہ پاک کے بہت ہی خاص بندوں کا منصب ہے۔[38]

اللہ پاک سے ڈرنے کی وصیّت تمام امّتوں کو فرمائی گئی چنانچہ اللہ کریم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ"[39]

ترجمہ:اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

قرآنِ کریم کی کئی آیات میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم آیا ہے۔

قرآن میں تقویٰ کے ذکر سے متعلق اہم پوائنٹ:

قرآنِ کریم میں الگ الگ نسبتوں کے ساتھ تقویٰ یعنی ڈرنے کا حکم آیا ہے جیسی نسبت ہوتی ہے مفہوم بھی اُسی اعتبار سے ہوتا ہے مثلاً:(1) قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ سے ڈرنے کا حکم آیا ہے چنانچہ جب تقویٰ کی نسبت اللہ پاک کی طرف ہو تو مراد یہ ہوتی ہے کہ "اللہ کی ناراضی اور غضب سے بچو۔"(2تا4) کبھی اللہ کے عذاب، کبھی عذاب کے مقام (Place) (جیسے جہنم)اور کبھی زمانۂ عذاب (جیسے قیامت کے دن) سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[40]

تقویٰ کی بنیاد:

تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ بندہ پہلے اِس بات کو جانے کہ "کن چیزوں سے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے؟"تقویٰ کا علم حاصل کرنے کے بارے میں حضرت بکر بن خنیس رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:وہ متقی ہو کیسے سکتا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ بچنا کس سے ہے؟[41]

اللہ کے آخری نبی ﷺ کا معمول:

پیارے آقا ﷺ جب کسی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اُسے خاص طور پر تقویٰ اپنانے اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت فرماتے۔[42] رسولُ اللہ ﷺ نے آخری خطبے میں بھی تقویٰ کی وصیت فرمائی۔اسی طرح صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان بھی تقویٰ کی وصیت فرماتے رہے۔[43]

تقویٰ کی تین نشانیاں:

حضرت داوٗد علیہ السّلام نے حضرت سیّدُنا سلیمان علیہ السّلام سے فرمایا:مومن کا تقویٰ تین باتوں سے ظاہر ہوتا ہے:

(1)جو کچھ نہیں ملا اس کے بارے میں کامل توکل (پورا بھروسا) کرنا۔

(2)جو کچھ پاس موجود ہو اس پر راضی رہنا۔

---

[38]۔ مراد آبادی، محمد نعیم الدین، خزائن العرفان، ص4

[39]۔ النسآء4:131

[40]۔ الدمشقی، امام زین الدین ابی الفرج عبد الرحمن، جامع العلوم والحکم، ص201تا202

[41]۔ الدمشقی، امام زین الدین ابی الفرج عبد الرحمن، جامع العلوم والحکم، ص201

[42]۔ مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، بیروت: دار ابن حزم، ص737، الرقم الحدیث4522

[43]۔ الدمشقی، امام زین الدین ابی الفرج عبد الرحمن، جامع العلوم والحکم، ص202

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

(3)جو لے لیا گیا اس پر خوب صبر کرنا۔[44]

تقویٰ کا اثر:

جو مسلمان تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرتا ہے اللہ کریم اُس کے کاموں میں برکت ڈال دیتا ہے اور وہ دنیا کا خیر خواہ (بھلا چاہنے والا) بن جاتا ہے، چونکہ متقی مسلمان کا مقصد اپنی واہ واہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی رضا ہوتی ہے لہٰذا اُس کی باتیں عام لوگوں سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں چنانچہ حضرت ابو سعید بلخی رحمۃُ اللہِ علیہ سے پوچھا گیا: بزرگوں کی باتیں بعد والوں کی باتوں سے زیادہ فائدہ مند کیوں ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: (گفتگو سے) اُن کی چاہت "اسلام کی عزّت، لوگوں کی نجات، بھائیوں پر شفقت اور رحمٰن کی رضا ہوتی ہے۔" (اس لئے بزرگوں کی گفتگو زیادہ فائدہ مند ہے۔) اور (گفتگو سے) ہماری چاہت "عزّتِ نفس، لوگوں کی تعریف اور دنیا میں خوش حالی کی طلب" ہوتی ہے۔ (اس لئے ہماری باتیں اِتنا فائدہ نہیں دیتیں)[45]

توبہ و استغفار:

استغفار کے معنی ہیں اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنا، توبہ کرنا اور توبہ کے لئے سب سے پہلے اس گناہ کا علم ہونا پھر اس پر نادم ہونا اور پھر عزمِ ترک کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

"وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[46]

ترجمہ: اے ایمان والو تم سب مل کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ استغفار ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے دلوں سے گناہوں کی سیاہی کو دور کر کے اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی رحمت ﷺ کا فرمان شفقت نشان ہے: ترجمہ: بے شک تانبے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور اس کی جلاء (یعنی صفائی) کرنا استغفار ہے۔[47] استغفار کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ اس کی کثرت انسان کی پریشانیوں کو دور کرتی اور رزق میں بھی برکتیں نصیب ہوتی ہیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ دو جہاں کے تاجدار، مکی مدنی سرکار ﷺ کا فرمانِ برکت نشان ہے: جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لیا اللہ پاک اس کی ہر پریشانی دور فرمائے گا اور ہر تنگی سے اسے راحت عطا فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو گا۔[48] استغفار ایک ایسی بہترین نیکی اور عبادت ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے نامہ اعمال کو مضبوط کر سکتا ہے اور اللہ پاک سے مغفرت طلب کر کے جنت کا بھی حقدار بن سکتا ہے۔ روایت ہے کہ سرورِ کونین، نانائے حسنین ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوشخبری ہے اس کے لئے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کو کثرت سے لائے۔[49]
حضرت شدّاد بن اوس سے کہ خاتم النبیین ﷺ کا فرمانِ شفاعت نشان ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُلَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ"[50]

---

[44]۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، ج4، ص90

[45]۔ الرفاعی، امام احمد بن علی، حالۃ اھل الحقیقۃ مع اللہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص38

[46]۔ النور31:24

[47]۔ ہیثمی، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، بیروت: دار الفکر، ج10، ص346، الرقم الحدیث 17575

[48]۔ ابن ماجہ، امام محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، ج4، ص257، الرقم الحدیث 3819

[49]۔ ابن ماجہ، امام محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، ج4، ص257، الرقم الحدیث 3818

[50]۔ بخاری، امام محمد اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج4، ص190، الرقم الحدیث 6306

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ترجمہ: اے اللہ پاک تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں مجھے بخش دے کہ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

جس نے اسے دن کے وقت ایمان ویقین سے پڑھا پھر اسی دن شام ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنّتی ہے اور جس نے رات کے وقت اِسے ایمان ویقین کے ساتھ پڑھا پھر صبح ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنّتی ہے۔

مراقبۂ الٰہی:

مراقبہ کے لغوی معنی نگرانی کرنا، نظر رکھنا، دیکھ بھال کرنا کے ہیں، اس کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرنا اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا ہے اور جب بندے کو اس بات کا علم (معرفت) ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ دل کی باتوں پر مطلع ہے، پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ہر جان کے عمل سے واقف ہے، اس پر دل کا راز اس طرح عیاں ہے جیسے مخلوق کے لیے جسم کا ظاہری حصہ عیاں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ عیاں ہے، جب اس طرح کی معرفت حاصل ہو جائے اور شک یقین میں بدل جائے تو اس سے پیدا ہونے والی کیفیت کو مراقبہ کہتے ہیں۔[51] واضح رہے کہ عرفِ عام میں خلوت (علیحدگی) میں، یا جلوت (بھیڑ) میں، یا کسی بزرگ کے مزار پر سر جھکا کر دل میں خوفِ خدا کا تصور جمانا، یا فکر آخرت کرنا، یا ذِکرُ اللہ کرنا، یا اوراد و وظائف پڑھنا، یا محبت الٰہی میں گم ہو جانا، یا اپنے شیخ کی باطنی توجہ کے ذریعے قلب کو زندہ کرنا، یا دل کی صفائی کرنا، یا بذیعہ استخارہ اللہ تعالی سے کسی معاملے میں معاونت چاہنا وغیرہ۔ اِن تمام صورتوں کو بھی مراقبہ سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے لیکن یہاں یہ مراقبہ مراد نہیں ہے۔[52]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا"[53]

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث پاک مروی ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام بار گاہِ رِسالت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کیے، اُن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! اِحسان کیا ہے؟" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔[54] علامہ ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔ مراقبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مراقبہ بندے کے اس بات کو جاننے (اور یقین رکھنے) کا نام ہے کہ ربّ تَعَالٰی اسے دیکھ رہا ہے۔[55]

51۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، ج5، ص328

52۔ نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، کراچی: المدینۃ العلمیہ، ص66

53۔ الاحزاب 52:33

54۔ بخاری، امام محمد اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل۔۔۔ الخ، ج1، ص31، الرقم الحدیث 50

55۔ القشیری، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، باب المراقبۃ، لاہور: مشتاق پرنٹرز، ص225

مراقبہ کا حکم:

"مراقبہ "یعنی اس بات کا علم اور یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ہر مسلمان پر ضروری ہے اور یہ تمام نیکیوں کی اصل ہے، مراقبہ کے بغیر کسی عمل میں اخلاص نہیں ہو سکتا، حضرت سیدنا ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ افضل عبادت کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: "مُرَاقَبَۃُ الْحَقِّ عَلٰی دَوَامِ الْاَوْقَات "یعنی ہر وقت مراقبہ یعنی اس بات کا علم اور یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔[56]

خوف ورجاء:

آئندہ کے لئے بھلائی اور بہتری کی اُمید رکھنا ''رَجا'' ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اچھا بیج حاصل کر کے نرم زمین میں بو دے اور اس زمین کو گھاس پھوس وغیرہ سے صاف کر دے اور وقت پر پانی اور کھاد دیتا رہے پھر اس بات کا امیدوار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کھیتی کو آسمانی آفات سے محفوظ رکھے گا تو میں خوب غلہ حاصل کروں گا تو ایسی آس اور امید کو ''رَجا'' کہتے ہیں۔[57]

حقیقی امید:

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ''جب بندہ ایمان کا بیج بوتا ہے اور اس کو عبادات کے پانی سے سیراب کرتا ہے اور دل کو بُری عادات کے کانٹوں سے پاک کرتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی ان چیزوں پر مرتے دم تک قائم رہنے اور مغفرت کا سبب بننے والے حُسنِ خاتمہ کا منتظر رہتا ہے تو اس کا یہ انتظار حقیقی اُمید ہے جو فی نفسہٖ قابلِ تعریف ہے۔[58]

رجا کی اقسام اور اُن کے احکام:

حضرت سیدنا ابنِ خُبَیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: رَجا تین طرح کی ہے:

1۔ کوئی شخص اچھا کام کرے اس کی قبولیت کی اُمید رکھے۔
2۔ کوئی شخص بُرا کام کرے پھر توبہ کرے اور وہ مغفرت کی اُمید رکھتا ہو۔
3۔ جھوٹا شخص جو گناہ کرتا چلا جائے اور کہے میں مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔[59]

پہلی دو قسم کی رَجا محمود جبکہ آخری قسم کی رجا مذموم ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"اَلْاَ حْمَقُ مَنْ اَ تْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْجَنَّةَ"

یعنی احمق وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرے پھر اللہ تعالیٰ سے جنت کی تمنّا رکھے۔[60]

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا"[61]

---

[56]۔ القشیری، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، باب المراقبۃ، ص226

[57]۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان حقیقۃ الرجا، ج4، ص174

[58]۔ غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء علوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان حقیقۃ الرجا، ج4، ص175

[59]۔ القشیری، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، باب الرجا، ص168

[60]۔ دینوری، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم، غریب الحدیث لابن سلام، دین، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج1، ص438

[61]۔ الزمر 53:39

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ترجمہ: ''تم فرماؤاے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔'' اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ''مشرکین میں سے چند آدمی سیّد عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کا دِین تو بے شک حق اور سچا ہے لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں بہت سی معصیتوں میں
مبتلا رہے ہیں کیا کسی طرح ہمارے وہ گناہ معاف ہوسکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[62]

(حدیث مبارکہ) اچھا گمان رکھتے ہوئے مرنا:

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولُ للہ ﷺ کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے سنا کہ: ''تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس طرح کہ للہ سے اچھی اُمید رکھتا ہو۔[63] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت صوفیاء کے حوالے سے فرماتے ہیں: نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوفِ خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امید رکھیں اور بدکار معافی کی۔ امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے، بدکاری کے ساتھ امید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے۔[64]

رجا کا حکم:

اللہ تعالی سے اچھا گمان رکھنا واجب ہے۔[65]

خلاصہ:

اسلام انسان کی ظاہری زندگی کی اصلاح کے ساتھ اس کے باطن، اخلاق اور کردار کی پاکیزگی کو بھی بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ قرآن وسنت میں تزکیۂ نفس، تقویٰ، توبہ، اخلاص، مراقبۂ الٰہی اور محاسبۂ نفس کو انسان کی حقیقی کامیابی کے اہم ذرائع قرار دیا گیا ہے۔ خود احتسابی یا محاسبۂ نفس سے مراد انسان کا اپنے عقائد، نیتوں، اقوال، اعمال، اخلاق اور معاملات کا مسلسل جائزہ لینا، انہیں قرآن وسنت کے معیار پر پرکھنا، اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنا اور ان کی اصلاح کے لیے عملی کوشش کرنا ہے۔ قرآن کریم انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے آخرت کے لیے کیا آگے بھیجا ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی انسان کو اپنے اعمال کے انجام پر غور کرنے، گناہوں سے بچنے اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنی اصلاح کی تعلیم دی گئی ہے۔ اصلاحِ نفس دراصل انسان کے باطن کو گناہوں، بری عادات، خواہشاتِ نفس، تکبر، حرص، جھوٹ اور دیگر اخلاقی بیماریوں سے پاک کرکے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اعتدال کی راہ پر لانے کا نام ہے۔ قرآن کریم نے نفس کی پاکیزگی کو کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے اور توبہ کو اصلاحِ نفس کا اہم عملی راستہ بتایا ہے۔ اس عمل میں انسان کو اپنے نفس کی نگرانی کرتے ہوئے کام سے پہلے، کام کے دوران اور کام کے بعد اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ نبوی منہج میں اخلاص، تقویٰ، توبہ واستغفار، مراقبۂ الٰہی، خوف ورجاء اور نیت کی اصلاح بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخلاص انسان کے عمل کو ریاکاری سے پاک کرتا ہے، تقویٰ اسے گناہوں اور اللہ کی ناراضی سے بچاتا ہے، توبہ واستغفار کوتاہیوں کی تلافی کا ذریعہ بنتے ہیں، جبکہ مراقبۂ الٰہی انسان میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر وباطن اور ہر عمل سے باخبر ہے۔ خوف ورجاء بھی اصلاحِ نفس کے اہم اصول ہیں۔ خوف انسان کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچاتا ہے جبکہ رجاء اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی زندگیوں میں بھی

---

[62]۔ مراد آبادی، مفتی نعیم الدین، خزائن العرفان، پ24، الزمر، تحت الآیۃ: 53

[63]۔ مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، وصفۃ نعیمھا، باب امر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، ص1538، الرقم الحدیث 2877

[64]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، مرآۃ المناجیح، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ج2، ص439

[65]۔ خزائن العرفان، پ26، الحجرات، تحت الآیۃ: 12

محاسبۂ نفس، خوفِ خدا، آخرت کی فکر اور اعمال کے جائزے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں مادہ پرستی، نفسانی خواہشات، اخلاقی زوال، روحانی بے حسی اور ذرائع ابلاغ کے منفی اثرات نے انسان کو خود احتسابی سے دور کر دیا ہے؛ اس لیے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کے اس عملی منہج کا مطالعہ نہایت اہم ہے۔ یہ منہج فرد کو اپنی شخصیت، اخلاق اور روحانیت کی اصلاح میں مدد دیتا ہے اور بالآخر ایک صالح فرد، مضبوط خاندان اور بہتر معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

1. نفس کو گناہوں، بری عادات اور اخلاقی بیماریوں سے پاک کر کے اطاعتِ الٰہی کی راہ پر لانا۔
2. انسان کو اپنے آخرت کے لیے کیے گئے اعمال پر غور کرنے کی واضح ترغیب دی گئی ہے۔
3. ہر نیک عمل کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو بنانا اور ریاکاری سے بچنا ہونا چاہیے۔
4. تقویٰ: اللہ تعالیٰ کی ناراضی، گناہوں، شبہات اور نفسانی خواہشات سے بچنے کا نام ہے۔
5. : یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر ظاہر و باطن، قول و عمل اور نیت سے باخبر ہے۔
6. خوف انسان کو گناہوں سے روکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید اسے مایوسی سے بچاتی ہے۔
7. رسول اللہ ﷺ نے انسان کو نیت کی اصلاح، اعمال کے انجام پر غور، تقویٰ، توبہ اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے احساس کے ذریعے اپنی اصلاح کی تعلیم دی۔
8. صحابۂ کرام اور سلف صالحین اپنے اعمال کا محاسبہ، آخرت کی فکر اور خوفِ خدا کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے تھے۔
9. مادہ پرستی، اخلاقی زوال، نفسانی خواہشات اور ذرائع ابلاغ کے منفی اثرات کے باعث خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔
10. خود احتسابی، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ کردار کے ذریعے ایک ایسا صالح انسان تیار کیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارے اور معاشرے کی اخلاقی و روحانی اصلاح میں مؤثر کردار ادا کرے۔

حوالہ جات:

- القرآن
- امام ابو عبد اللہ محمد بن علی ترمذی، نوادر الاصول، دار النوادر
- الرعایۃ لحقوق اللہ، الحارث بن اسد المحاسبی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ
- الرسالۃ القشیریۃ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری، لاہور: مشتاق پرنٹرز
- المفردات فی غریب القرآن، الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی، دمشق: دار القلم، دمشق
- احیاء علوم، امام محمد بن محمد غزالی، بیروت: دار صادر
- باب التخصیص علی طاعۃ اللہ عز و جل، امام الزھد عبد اللہ بن المبارک، دہلی، مکتبہ امام اعظم
- تفسیر بیضاوی، شیخ ناصر الدین عبد اللہ بیضاوی، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- تفسیر قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، بیروت: دار الفکر
- تفسیر خزائن العرفان، مفتی نعیم الدین مراد آبادی، کراچی، مکتبۃ المدینہ
- تاریخ الخلفاء، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، لاہور: نفیس اکیڈمی
- تاریخ ابن عساکر، امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عبد اللہ، مکتبہ رشیدیہ
- جامع العلوم والحکم، امام زین الدین ابی الفرج عبد الرحمن الدمشقی، مؤسسۃ الرسالۃ
- حالۃ اھل الحقیقۃ مع اللہ، امام احمد بن علی الرفاعی، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- حلیۃ الاولیاء، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، بیروت: المکتبۃ العصریہ

- حکایتیں اور نصیحتیں، شیخ شعیب حریفیش، کراچی: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
- خزائن العرفان، محمد نعیم الدین مراد آبادی، کراچی: مکتبۃ المدینہ
- ڈیجیٹل دور میں بچوں کی تربیت چیلنجز اور حل، محمد یوسف منہاجین، منہاج القرآن پبلی کیشنز
- روح البیان، شیخ اسماعیل حقی بروسی، بیروت: دار احیاء التراث العربی
- سنن ترمذی، امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، بیروت: دار الفکر
- سنن ابن ماجہ، امام محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- شعب الایمان، امام احمد بن حسین بیہقی، مکتبہ نعیمیہ
- صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، بیروت: دار الفکر
- صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- غریب الحدیث لابن سلام، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم دینوری، دین، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- کنز العمال، علامہ علاء الدین علی متقی ہندی، بیروت: دار الکتب العلمیہ
- کیمیاء سعادت، امام ابو حامد غزالی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ
- لسان العرب، محمد بن مکرم بن علی الفریقی المصری ابن منظور، بیروت: دار صادر
- مراۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز
- مدارج السالکین، محمد بن ابی بکر الجوزیۃ ابن قیم، بیروت: دار الکتاب العربی
- مفردات، امام راغب اصفہانی، لاہور: المکربۃ القاسمیہ
- مجمع الزوائد، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، بیروت: دار الفکر
- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز
- معجم مقاییس اللغۃ، عبد السلام محمد ہارون ابن فارس، بیروت: دار الفکر
- معارف القرآن، محمد شفیع عثمانی، کراچی: مکتبہ دار العلوم
- نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، کراچی: المدینۃ العلمیہ